بحث و نظر

جرح وتعدیل کا تدریجی ارتقاء

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی

"علم الجرح والتعدیل" علم حدیث کی ایک مہتم بالشان شاخ ہے۔ اس میں راویانِ حدیث کی حیثیت اور احوال سے بحث کرتے ہوئے، ان کی ثقاہت یا عدم ثقاہت، عدالت یا ضعف، قوتِ حفظ یا اس کی کمی اور ضبط کی خوبی یا خامی وغیرہ کے بارے میں فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس میں راویانِ حدیث سے متعلق گوناگوں مباحث ومسائل اٹھائے اور حل کیے جاتے ہیں۔ چونکہ احادیثِ نبویہ کا ثبوت وعدم ثبوت سلسلۂ سند یا بہ الفاظِ دیگر راویوں کی حیثیت پر موقوف ہے، اس لیے 'علم جرح وتعدیل' کی اہمیت وافادیت کے باب میں الگ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس طرف توجہ دلانا نامناسب نہ ہوگا کہ بنیادی لحاظ سے اس علم کے دو پہلو ہیں ایک نظری دوسرے عملی۔ اوّل الذکر کے دائرے میں اصولِ حدیث کی وہ کتابیں آتی ہیں، جن میں خاص طور پر جرح وتعدیل کے اصول وقواعد مذکور ہیں اور ثانی الذکر سے مراد اسماء الرجال کی وہ کتابیں ہیں، جن میں راویانِ حدیث پر ان قواعد کا انطباق کیا گیا ہے۔ پھر جس طرح تدوینِ حدیث کا اہم اور مہتم بالشان عمل عہدِ صحابہ سے شروع ہو کر تبع تابعین اور اتباعِ تبع کے دور میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اسی طرح جرح وتعدیل نے بھی ارتقا کے مختلف مراحل سے گذر کر ایک منظم اور باقاعدہ علم کی شکل اختیار کی ہے۔ اس علم کے تدریجی ارتقا کی تفصیلات اپنے محدود مطالعے کے دوران راقم الحروف کی نظر سے نہیں گذریں۔ اس لیے خیال پیدا ہوا کہ اگر اس سلسلے کی جزئیات ایک مضمون میں یکجا کر دی جائیں تو اربابِ ذوق کے لیے دلچسپی کا سامان فراہم ہو سکتا ہے۔ پیشِ نظر مضمون اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے۔

زیرِ بحث علم جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے، دو اجزا پر مشتمل ہے۔ ایک جرح دوسرے تعدیل۔ 'جرح' از روئے لغت زخمی کرنے یا مجروح کرنے کو کہتے ہیں (جرحہ یجرحہ جرحًا،

اثر فیہ بالسلاح[۱]) اور جب یہ لفظ حاکم اور شاہد و گواہ کے سیاق و سباق میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ حاکم کو گواہ کی کذب بیانی یا ایسی ہی کسی خصلت کا علم ہو گیا، جس کی بنا پر اب اس کی شہادت قابل قبول نہیں رہی۔ (یقال جرح الحاکم، اذا اعثر منه علی ما تسقط به عدالته من کذب وغیرہ[۲]) بعد میں اس لفظ کے محل استعمال میں حاکم کی تخصیص باقی نہ رہی اور مطلق ردّ شہادت کے مواقع پر اس کا اطلاق کیا جانے لگا۔ (وقد قیل ذلك فی غیر الحاکم، جرح الرجل، غض شهادته[۳]) چونکہ روایتِ حدیث کو شہادت اور راوی حدیث کو شاہد سے کئی وجوہ سے بہت مشابہت حاصل ہے، اس لیے محدثین نے جب کسی راوی حدیث پر کلام کیا یا اس کی روایت کو رد کر دیا تو اس کے لیے جرح کی اصطلاح وضع کی گئی۔

'تعدیل' کا مادّہ 'عدل' ہے۔ عدل وہ لوگ کہلاتے ہیں، جن کی بات یا جن کا فیصلہ پسندیدہ اور قابل قبول ہو۔ (العدل من الناس، المرضی قوله وحکمه[۴]) اور عادل وہ شخص کہلاتا ہے، جس کی گواہی میں کوئی مضائقہ نہ ہو (رجل عدل وعادل، جائز الشهادة[۵]) گواہوں کی تعدیل کا مطلب یہ ہے کہ انھیں عادل و معتبر قرار دیا جائے۔ (تعدیل الشهود، ان تقول انهم عدول[۶]) محدثین کی وضع کردہ 'تعدیل' کی اصطلاح یہیں سے ماخوذ ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصطلاح کے طور پر ان کلمات کا استعمال عہد تابعین سے پہلے نہیں ملتا۔ لیکن جہاں تک جرح و تعدیل کی حقیقت کا تعلق ہے، تو اس کی مثالیں صحابۂ کرام ہی کے دَور سے ملنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی احادیث نبویّہ کے اوّلین راوی ہیں۔ دنیا میں روایتِ حدیث کا سلسلہ انھیں کے نفوسِ قدسیہ کی بدولت عام ہوا۔ یہی نہیں بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی ایک دوسرے سے آپ کے فرمودات نقل کرتے رہتے تھے۔ بلکہ بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں بھی وہ فرمودات نبوی ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے[۷]۔ اس لیے منطقی و فطری طور پر بھی لازم ہو جاتا ہے کہ جرح و تعدیل کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہو چکا ہو۔ اس سلسلے میں ہم پہلے تعدیل کو لیتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں:

لیس کلنا کان یسمع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، کانت لنا ضیعة واشغال ولکن الناس لم یکونوا یکذبون یومئذ، فیحدث الشاهد الغائب[۸] (ہم میں سے ہر ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (براہِ راست) نہیں سن پاتا تھا۔ کیونکہ ہم لوگوں کے پاس زمین جائداد بھی تھی اور

دوسرے مشاغل بھی تھے۔ لیکن لوگ ان دنوں کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں حاضر رہنے والا، موجود نہ رہنے والے کے سامنے آپؐ کے فرمودات بیان کردیتا تھا) مسند احمد میں یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے: ماکل ماتحدثکموہ سمعناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ولکن حدثنا اصحابنا، وکانت تشغلنا رعیۃ الابل۔[9]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

واللہ ماکنا نکذب، ولاکنا ندری ماالکذب[10] (واللہ ہم لوگ نہ تو جھوٹ بولتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ جھوٹ کیا ہے) انھیں کا قول ہے: لایتھم بعضنا بعضاً[11] (ہم لوگ ایک دوسرے کو متہم نہیں سمجھتے تھے)

ان بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ خود صحابۂ کرام نے جماعت صحابہ کی اجتماعی طور پر قولاً بھی تعدیل کی ہے اور ایک دوسرے کی روایات کو قبول کرکے عملاً بھی تعدیل کی ہے۔ اس کے علاوہ انفرادی تعدیل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ سے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت کے بارے میں استصواب کیا گیا، تو حضرت عائشہ نے فرمایا "صدق ابوھریرۃ"[12] اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے بھی "صدق"[13] کہہ کر ان کی تعدیل وتصدیق فرمائی۔

بعض مواقع پر بعض صحابۂ کرام نے کذب بیانی کی نفی کرتے ہوئے، خود اپنی ذات کا بھی تزکیہ فرمایا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد نے بعض احادیث کی روایت کے سلسلے میں جب حضرت زید بن ارقمؓ کی تغلیط وتکذیب کرتے ہوئے کہا: کذبت ولکنك شیخ قد خرفت"، تو اس کے جواب میں حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا: اما انہ سمعت اذنای، ووعاہ قلبی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وھو یقول: من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار، ماکذبت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[14] (سن لو یقیناً میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور میرے قلب نے اسے محفوظ کرلیا ہے کہ جو کوئی دیدہ ودانستہ میری طرف کوئی غلط بات منسوب کرے، اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہئیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کا انتساب نہیں کیا ہے) اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے بارے میں فرمایا: یقولون: إن أباھریرۃ قد اکثر، واللہ الموعد۔[15] (لوگ کہتے ہیں: ابوہریرہ بہت روایتیں بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور میں پیشی کا دن مقرر ہے) حضرت ابوذرؓ غفاری نے مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: فما أخالنی اکذب علی خلیلی محمد صلی اللہ علیہ وسلم[16] (میں اپنے بارے میں یہ نہیں سوچتا کہ میں اپنے خلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کروں)

اسی طرح حضرت علیؓ نے ایک موقع پر فرمایا: اذا احدثتکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلأن اخر من السماء احب إلیّ من ان أكذب علیہ[۱۷] (جب میں تم لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں، تو مجھے آسمان سے گر جانا پسند ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کا انتساب پسند نہیں) اسی لیے امام نووی نے صحابہ کے عدول ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے[۱۸]

دوسری طرف قبول روایات کے باب میں حزم واحتیاط اور تحقیق وتفتیش کا آغاز بھی صحابۂ کرام کے عہد سے ہی ہوجاتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوموسی اشعریؓ کے واقعے کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ جب حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ حدیث سنائی" قد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اذا استاذن احدکم ثلاثاً، فلم یؤذن لہ، فلیرجع۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے، تو لوٹ جائے) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: لتاتینی علی هذا بالبینۃ (تم میرے پاس کہیں نہ کہیں سے اس کا ثبوت لاؤ) پھر جب حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابوموسیؓ کی تصدیق فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا دلیل طلب کرنا، عدمِ اعتماد یا تہمتِ کذب وغیرہ کی بناپر نہ تھا، بلکہ اس کا باعث و منشا یہ تھا کہ احادیث کی روایت میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ (انی لم اتہمك، ولكن الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید) ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: (أما إنی لم اتہمك، ولكن خشیت أن یتقول الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[۱۹]) اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان بھی پیش آیا حضرت زیدؓ بن ثابت کو حضرت ابن عباسؓ کے ایک فتوے کے بارے میں اشکال تھا، لیکن جب ایک صحابیہ نے حضرت ابن عباسؓ کی تصدیق کردی، تو حضرت زیدؓ کا اشکال رفع ہوگیا۔[۲۰]

اب ہم سلسلۂ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے جرح کی طرف آتے ہیں، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا، صحابۂ کرام کذب بیانی سے مبرا ومنزہ ہیں۔ اس لیے اس پہلو سے ان پر جرح کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ البتہ سہو ونسیان یا منشائے نبوی تک پہنچنے میں ان سے غلطی کے صدور کی بالکلیہ نفی نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ کتبِ حدیث میں ایسے متعدد مقامات آتے ہیں، جہاں ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی سہو ونسیان یا غلط فہمی کی نشان دہی کی ہے، یا اس کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ احترام صحابہ کے پیش نظر ہم ان کو 'جرح' کے بجائے 'استدراکات وتعقبات صحابہ' سے تعبیر کریں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہی استدراکا

زمانۂ مابعد کے راویوں پر جرح کے ابتدائی نمونے اور ان کی بنیاد ہیں۔ لہٰذا جرح کے تاریخی مطالعے میں انھیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ بعض صحابۂ کرام کے اس قسم کے بیانات سے دوسرے صحابۂ کرام کی عمومی تعدیل یا کسی خاص صحابی کی تعدیل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ کیونکہ "الصحابۃ کلھم عدول" کا قاعدہ، بدون کسی استثنا کے قاعدۂ مسلّمہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی کی روایت پر ہر استدراک اور تعقب لامحالہ درست بھی ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ دونوں روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہوں اور استدراک کرنے والے صحابی کو تعدّدِ روایت کا علم نہ ہو۔ اس تمہید کے بعد ہم استدراکاتِ صحابہ کی بعض مثالیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ حضرت عمرؓ اور ان کے صاحب زادے حضرت ابن عمرؓ دونوں ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں: ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ[۲۱] (مردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے) حضرت عائشہؓ تک یہ روایت پہنچی تو انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی یا ایک یہودیہ کے جنازے کے پاس سے گذرے۔ وہاں اس کے رشتہ دار اس پر رو پیٹ رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں، حالانکہ اس پر عذاب ہو رہا ہے[۲۲]۔ بیان واقعہ سے پہلے حضرت عائشہؓ نے جو کلمات کہے، وہ مختلف روایات میں مختلف طرح وارد ہوئے ہیں۔ یہاں ان میں سے بعض کے متن نقل کیے جاتے ہیں:

- انکم لتحدثونی عن غیر کاذبین ولا مکذبین ولکن السمع یخطئ۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: یرحم اللہ أبا عبد الرحمٰن سمع شیئاً فلم یحفظ۔ ایک اور روایت میں اس طرح ہے: یغفر اللہ لأبی عبد الرحمٰن، أما أنہ لم یکذب، ولکنہ نسی وأخطأ۔ یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم[۲۳] کی تھیں، مسند احمد کی ایک روایت میں یوں ہے: یرحم اللہ عمر و ابن عمر، ماھما بکاذبین ولا مکذبین ولا متزیدین[۲۴]۔ مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے: إن أبا عبد الرحمٰن یعنی ابن عمر أخطأ سمعہ[۲۵]۔ ایک اور روایت میں وارد ہے: وھل ابو عبد الرحمٰن کما وھل یوم قلیب بدر[۲۶]۔

یہ روایات تعدیل اور جرح دونوں کا قدیم ترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔ "ماھما بکاذبین ولا مکذبین"/ "اما انہ لم یکذب" تعدیل ہے اور "سمع شیئاً فلم یحفظ"/ (نسی) و

اخطأ/اخطأ سمعہ/ وھل ابو عبدالرحمٰن، جرح ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضؓ کے حوالے سے روایت بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں بعد عصر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس روایت کی بنیاد پر حضرت ابن زبیر نے بعد عصر دو رکعت نماز کا معمول بنالیا۔ بعض دوسرے حضرات بھی ان کے حکم سے یہ نماز پڑھنے لگے۔ حضرت معاویہ رضؓ نے کسی کو بھیج کر حضرت عائشہ رضؓ سے اس کی حقیقت دریافت کروائی، تو انھوں نے فرمایا کہ ابن زبیر کو بات یاد نہیں رہی۔ یہ دو رکعتیں نماز ظہر کے بعد کی دو سنتیں تھیں، جو قضا کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں پڑھی تھیں۔ یہ ایک طویل روایت ہے۔ اس موقع پر حضرت عائشہ رضؓ کے الفاظ اس طرح نقل کیے گئے ہیں: فقالت لم یحفظ ابن الزبیر[۲۷]

یہاں بھی حضرت عائشہ رضؓ نے راوی کی طرف سہو و نسیان کا انتساب فرمایا ہے۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے: عبداللہ بن طاوس عن ابیہ عن عائشۃ انہا قالت: وھم عمر، انما نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلاۃ ان یتحری طلوع الشمس وغروبہا۔[۲۸]

اس روایت میں حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کی طرف وہم کا انتساب کیا ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں بھی عمرہ فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے سنا تو فرمایا: ابن عمر رضؓ بھول گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں فرمایا ہے۔ اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں: عروۃ بن الزبیر قال: کنت انا وابن عمر مستندین الی حجرۃ عائشۃ انا لنسمعہا تستن، قلت: یا ابا عبدالرحمٰن اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رجب؟ قال نعم، قلت: یا امتاہ، ما تسمعین ما یقول ابو عبدالرحمٰن، قالت: ما یقول؟ قلت: یقول: اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رجب، قالت: یغفر اللہ لابی عبدالرحمٰن نسی، ما اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رجب قال: وابن عمر یسمع، فما قال لا ولا نعم، سکت۔[۲۹]

۵۔ مطلقہ کے سکنیٰ و نفقہ سے متعلق حضرت فاطمہ بنت قیس رضؓ کی روایت معروف و مشہور ہے حضرت عمر رضؓ نے کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہوئے، سہو و نسیان کے شبہے کی بنا پر اسے قبول نہیں فرمایا۔ اس موقع پر ان کے الفاظ اس طرح منقول ہیں: قال عمر: لا نترک کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرأۃ، لا ندری لعلہا حفظت

اولسیت، قال اللہ عزوجل لا تخرجوھن من بیوتھن، ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔[30]

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ فرمایا تھا کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: اخبرت عائشۃ ان ابن عمر یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشھر تسع وعشرون، فأنکرت ذلک عائشۃ، قال: یغفر اللہ لابی عبدالرحمٰن لیس کذلک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ قال الشھر یکون تسعا وعشرین۔[31]

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگرچہ عام طور پر تمام صحابہ کی تعدیل کرتے اور ان کی روایات قبول کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی انھوں نے بعض روایات کے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے راوی کی طرف سہو و نسیان یا غلطی و غلط فہمی کا انتساب بھی کیا ہے۔ یا تو اس لیے کہ وہ روایت ان کی اپنی سنی ہوئی روایت کے خلاف رہی ہے اور یا اس لیے کہ انھوں نے اسے قرآن پاک کی کسی آیت سے متعارض تصور کیا ہے۔

جرح و تعدیل کا ایک مسلّم اصول ہے کہ ثقہ راویوں کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے بعض ثقہ ہیں تو دوسرے ان سے زیادہ ثقہ۔ اس طرح بعض کا درجہ کسی خاص باب میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام بھی اس اصول سے بخوبی واقف تھے اور انھوں نے اپنے قول و عمل کے ذریعے اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اس سلسلے کی بعض تفصیلات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

(۱) شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے موزوں پر مسح کی بابت بعض سوالات کیے تو انھوں نے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں حضرت علیؓ کی طرف رجوع کرو، وہ سفر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے (عن شریح بن ھانی قال: أتیت عائشۃ أسألھا عن المسح علی الخفین، فقالت: علیک بابن ابی طالب، فأسألہ، فانہ کان یسافر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔[32]

(۲) حضرت ابوہریرہؓ نے فتویٰ دیا کہ حالتِ جنابت میں روزہ درست نہیں ہوتا، لہٰذا اگر ایسی حالت میں صبح ہو جائے تو روزہ نہ رکھا جائے۔ ازواجِ مطہرات میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے استصواب کیا گیا تو ان دونوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف تھا۔ جب حضرت ابوہریرہؓ کو اس کی خبر دی گئی اور انھوں نے اطمینان کر لیا کہ واقعی

ازواجِ مطہرات کا یہی بیان ہے' تو انھوں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور کہا کہ ازواجِ مطہرات اس سلسلے میں دوسروں سے زیادہ واقف کار ہیں۔ آخر میں انھوں نے یہ بھی بتایا کہ میرا پہلا قول حضرت فضل بن عباسؓ کی روایت پر مبنی تھا۔ (قال: هما اعلم، انما انبانيه الفضل بن عباس۔[۳۳])
حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول ظاہر کر رہا ہے کہ وہ سلسلۂ زیر بحث میں حضرت فضل بن عباسؓ کے مقابلے میں ازواج مطہرات کو اثقہ اور اعلم سمجھتے تھے۔

(۳) ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں نے صومِ وصال اور بعد عصر کی دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ ازواج مطہرات کو اس کے بارے میں ہم سے زیادہ علم ہے۔
(ازواج النبي صلى الله عليه وسلم اعلم بذلك منا۔[۳۴])

یہ تمام گفتگو بعض صحابۂ کرام کی دوسرے صحابۂ کرام سے متعلق تھی۔ اس سلسلے کی اگلی بات یہ ہے کہ صحابہؓ سے بعض تابعین اور ان کی روایات کی توثیق و تعدیل بھی ثابت ہے۔ مثلاً:

(۱) ابومالک کہتے ہیں کہ ہم ابوادریس خولانی کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور وہ ہمیں حدیث سناتے تھے۔ ایک دن انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوے کا ذکر چھیڑا اور اس سے متعلق تمام تفصیلات بیان کیں۔ مسجد کے گوشے میں ایک صاحب تشریف فرما تھے۔ انھوں نے وہیں سے پوچھا کہ کیا تم اس غزوے میں موجود تھے۔ ابوادریس نے جواب دیا نہیں۔ اس پر ان صاحب نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوے میں موجود تھا، لیکن تمہیں اس کی جزئیات و تفصیلات مجھ سے زیادہ یاد ہیں۔ (خالد بن يزيد بن ابي مالك عن ابيه، قال: كنا نجلس الى ابي ادريس الخولاني فيحدثنا، فحدث يوما عن بعض مغازي رسول الله صلى الله عليه وسلم، حتى استوعب الغزاة، فقال رجل من ناحية المسجد، احضرت هذه الغزوة؟ فقال لا، فقال الرجل قد حضرتها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولانت احفظ لها مني۔[۳۵])

(۲) ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے فرائض کا کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ سعید بن جبیر کے پاس چلے جاؤ۔ انھیں ریاضی کا علم مجھ سے زیادہ ہے۔ وہ ورثاء کے حصوں کی تقسیم اسی طرح کرتے ہیں جیسے میں کرتا ہوں (سال رجل ابن عمر عن فريضة، فقال: ائت سعيد بن جبير، فانه اعلم بالحساب مني، وهو يفرض فيها ما افرض۔[۳۶])

(۳) عامر بن الشراحیل الشعبی مغازی کی روایات پڑھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ادھر

سے گذر ہوا تو فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعبی ان غزوات میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ یقیناً ان کی یادداشت مجھ سے اچھی ہے اور علم بھی مجھ سے زیادہ ہے۔ (مر ابن عمر بالشعبی وھو یقرأ المغازی، فقال: کأن ھذا کان شاھدا معنا، ولھو أحفظ منی واعلم[۳۷]۔)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جابر بن زید کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اگر اہل بصرہ جابر بن زید کی باتیں قبول کرتے تو وہ انھیں قرآن پاک کے سلسلے میں اپنی وسیع معلومات سے مستفید کر سکتے تھے۔ (روی عطاء عن ابن عباس قال: لو أن اھل البصرۃ نزلوا عند قول جابر بن زید لاوسعھم علما عما فی کتاب اللّٰہ[۳۸]۔)

(۵) حضرت ابن عباسؓ نے طاؤس کے بارے میں فرمایا: انی لاظن طاوساً من اھل الجنۃ (میں طاؤس کو اہل جنت میں سے سمجھتا ہوں)

صحابۂ کرام کے دورِ اول میں روایتِ حدیث میں عام طور پر احتیاط برتی جاتی تھی۔ غیر مستند راوی تھے، نہ غیر معتبر روایتیں۔ اس لیے صحابۂ کرام جس طرح باہم ایک دوسرے کی روایات کو معتبر و مستند تصور کرتے تھے، اسی طرح غیر صحابی کی روایات بھی وہ عام طور پر قبول کر لیتے تھے۔ لیکن خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہوتے ہوتے یہ کیفیت باقی نہ رہی اور بعض غیر معتبر راوی معاشرے میں وجود پذیر ہو گئے اس لیے صحابۂ کرام نے بھی عمومی توثیق کا رویہ ترک فرما دیا اور یہ اصول وضع کیا کہ صرف وہی روایتیں قبول کی جائیں، جنہیں وہ جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہت واضح ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا یاد کرنا ہمارا معمول تھا اور حدیثیں تو یاد کی ہی جاتی ہیں، لیکن جب تم لوگ اچھی بری ہر طرح کی سواری پر سوار ہو گئے تو بات بہت دور ہو گئی۔ یعنی اب ہر راوی اور ہر روایت کی توثیق مشکل ہو گئی۔ (انما کنا نحفظ الحدیث والحدیث یحفظ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فأما إذا رکبتم کل صعب و ذلول فھیھات[۳۹]) ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: انما کنا مرۃ اذا سمعنا رجلا یقول: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابتدرتہ ابصارنا، واصغینا الیہ باذاننا، فلما رکب الناس الصعب والذلول، لم ناخذ من الناس الا ما نعرف[۴۰]۔)

ان بیانات کے پیشِ نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ راوی اور روایات کی چھان بین کا سلسلہ صحابۂ کرام ہی کے دور سے شروع ہو گیا تھا۔ اسی طرح روایات میں معروف و غیر معروف کی تفریق

نیز اول الذکر کے قبول اور ثانی الذکر کے ترک کا اصول بھی صحابۂ کرام ہی کا وضع کردہ ہے۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس اصول کے انطباق کی مثالیں بھی عہدِ صحابہ ہی سے ملنے لگتی ہیں۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ (ف ۱۱۷ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ درخواست کی کہ میرے لیے ایک منتخب صحیفہ تیار کر دیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لڑکا خیر خواہ ہے۔ میں یہ انتخاب ضرور تیار کروں گا۔ پھر انھوں نے حضرت علیؓ کی طرف منسوب فیصلوں کا ایک مجموعہ منگایا اور اس کے بعض حصے اپنے منتخب صحیفے میں شامل کر لیے اور بعض دوسرے حصوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ حضرت علیؓ نے ہرگز یہ فیصلہ نہ کیا ہوگا۔ (عن ابن ابی ملیکة قال: کتبت إلی ابن عباس اسأله ان یکتب لی کتابا ویخفی منی، فقال ولد ناصح انا اختار له الامور اختیارا۔ قال فدعا بقضاء علی رضی اللہ عنه، فجعل یکتب منه أشیاء، ویمر به الشيء فیقول: واللہ ماقضی بهذا علی، الاان یکون ضل[۴۱])

صحابۂ کرام سے روایت حدیث کے جو اصول و آداب منقول ہیں انھیں مختصراً اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(الف) صرف ثقہ راویوں کی ہی روایتیں قبول کی جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد عمرؓ سے نقل کرتے ہیں: کان یامرنا ان لاناخذ الاعن ثقة[۴۲] (وہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم بجز ثقہ کے کسی اور سے روایت نہ لیں)۔

(ب) غیر معروف راویوں کی روایتیں نہ قبول کی جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: ان الشیطان یتمثل فی صورة الرجل فیحدثهم بالحدیث من الکذب، فیتفرقون، فیقول الرجل منهم سمعت رجلا اعرف وجهه ولا ادری ما اسمه[۴۳]۔ (بلاشبہ شیطان انسان کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ پھر لوگوں کے پاس آتا ہے۔ ان سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے۔ پھر لوگ مجلس سے اٹھ کر ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں۔ پھر انھیں میں کا کوئی شخص کہتا ہے: میں نے ایک شخص سے سنا جسے میں چہرے سے پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔)

(ج) تحقیق و تفتیش کے بغیر ہر سنی ہوئی بات بیان نہ کی جائے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ دونوں سے منقول ہے: بحسب المرء من الکذب ان یحدث بکل ماسمع[۴۴]۔ (انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے)۔

(د) ایسی روایتیں بیان نہ کی جائیں جو سامعین کی فہم سے بالاتر ہوں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:

حدثوا الناس بما یعرفون، ودعوا ما ینکرون، اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ[۴۵] (لوگوں سے وہی باتیں بیان کرو، جس سے وہ مانوس ہوں۔ جن سے وہ نامانوس ہوں انھیں ترک کردو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: ما انت بمحدث قوماً حدیثاً لاتبلغہ عقولھم الا کان لبعضھم فتنۃ[۴۶] (تم جب بھی لوگوں سے ایسی حدیث بیان کرو گے جو ان کی فہم سے بالاتر ہو، تو کچھ لوگ ضرور فتنوں کا شکار ہوں گے)۔

حواشی

۱، ۲، ۳ لسان العرب، ابن منظور (مادہ جرح)

۴، ۵، ۶ ایضاً (مادہ عدل)

۷ ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ۔ باب الذکر المستحب عقب الوضوء (روایت حضرت عقبہ بن عامرؓ)

۸ الجامع لاخلاق الراوی والسامع، ص ۱۲، بحوالہ علم رجال الحدیث، ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری صفحہ ۵۰

۹ مسند احمد بن حنبل، دار صادر، بیروت، ۲/۲۸۳

۱۰ مفتاح الجنۃ، للسیوطی، بحوالہ علم رجال الحدیث، ص ۵۰

۱۱ الطبقات الکبری، لابن سعد، ۲/۱۳

۱۲ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، (قیل لابن عمر ان اباھریرۃ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من تبع جنازۃ، فلہ قیراط من الاجر، فقال ابن عمر: اکثر علینا ابوھریرۃ، فبعث الی عائشۃ فسألھا فصدقت اباھریرۃ۔ اسی باب کی ایک دوسری روایت میں "صدق ابوھریرۃ" کے الفاظ ہیں۔

۱۳ مسند احمد ۱/۳۴۸، (سئل ابن عمر عن الجر ینبذ فیہ، فقال: نہی اللہ عزوجل عنہ ورسولہ، فانطلق الرجل الی ابن عباس فذکر لہ ما قال ابن عمر، فقال ابن عباس: صدق)

۱۴ سیر اعلام النبلاء ۹/۱۸۶، مسند احمد ۴/۳۶۷

۱۵ صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب من فضائل ابی ہریرۃ

۱۶ مسند احمد ۵/۱۷۶

۱۷ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ۔

۱۸ شرح صحیح مسلم، باب فضائل الصحابۃ (اتفق اھل الحق ومن یعتد بہ فی الاجماع علی قبول شہاداتھم وروایاتھم وکمال عدالتھم رضی اللہ عنھم اجمعین)

۱۹ہ اصل روایت اور آخر کے دونوں اقوال کے لیے ملاحظہ ہو، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم فی الاستیذان

۲۰ہ مسند احمد ۱/۳۴۸ (عن طاوس قال کنت مع ابن عباس اذ قال لہ زید بن ثابت: انت تفتی ان تصدر الحائض قبل ان یکون آخر عہدھا بالبیت، قال نعم، قال: فلا تفت بذلک، فقال لہ ابن عباس: اما لا فسل فلانۃ الانصاریۃ ھل امرھا بذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرجع الیہ زید بن ثابت یضحک ویقول ما اراک الا قد صدقت)۔

۲۱ہ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اہلہ۔

۲۲ہ صحیح مسلم، کتاب الجنائز (انما مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی یہودیۃ یبکی علیھا، فقال: انھم یبکون علیھا وانھا لتعذب فی قبرھا) مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے: (انما مرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازۃ یہودی، وھم یبکون علیہ، فقال: انتم تبکون، وانہ لیعذب۔ مسند احمد میں اس روایت کے مختلف متون کے لیے ملاحظہ ہو: ۶/۳۹، ۶/۵۷، ۶/۹۵

۲۳ہ صحیح مسلم، کتاب الجنائز

۲۴ہ مسند احمد ۶/۲۸۱

۲۵ہ ایضاً

۲۶ہ ایضاً ۶/۲۰۹

۲۷ہ ایضاً ۶/۱۸۴

۲۸ہ ایضاً ۶/۱۲۴

۲۹ہ ایضاً ۶/۵۵

۳۰ہ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ البائنۃ لا نفقۃ لہا

۳۱ہ مسند احمد ۶/۲۴۳

۳۲ہ صحیح مسلم، باب التوقیت فی المسح علی الخفین

۳۳ہ مسند احمد ۶/۲۰۳

۳۴ہ ایضاً ۶/۱۲۶

۳۵ہ سیر اعلام النبلاء، للذہبی ۴/۲۷۵ ۳۶ہ ایضاً ۴/۳۳۶ ۳۷ہ ایضاً ۴/۳۰۲

۳۸ہ حضرت ابن عباس کے دونوں اقوال کے لیے بالترتیب ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء ۴/۴۸۲ اور ۵/۲۹

۳۹ہ مقدمہ مسلم ۴۰ہ ایضاً ۴۱ہ ایضاً ۴۲ہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم للعلامۃ شبیر احمد عثمانی ۱/۱۳۰ ۴۳ہ مقدمہ مسلم ۴۴ہ مقدمہ مسلم حضرت ابوہریرہؓ سے یہ قول مرفوعاً بھی مروی ہے۔

۴۵ہ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم کراہیۃ ان لا یفہموا

۴۶ہ مقدمہ مسلم

مکتبہ تحقیق

کی مطبوعات کے علاوہ آپ ہم سے دیگر مکتبوں کی کتابیں بھی طلب کرسکتے ہیں بعض اہم کتابوں کے نام یہاں دئیے جارہے ہیں

تراجم حدیث

۱۔ بخاری شریف مترجم ۳ جلدوں میں		۳۰۰/-
۲۔ مسلم شریف	" ۶ "	۳۲۵/-
۳۔ سنن ابی داؤد	"	۲۴۵/-
۴۔ ترمذی شریف	۲ جلدوں میں	۲۱۰/-
۵۔ مشکوٰۃ المصابیح مترجم	۳ "	۲۲۵/-
۶۔ مؤطا امام مالک	"	۸۵/-
۷۔ مؤطا امام محمد	"	۷۵/-
۸۔ ریاض الصالحین	"	۵۰/-

سیرت و تاریخ

۱۔ تاریخ اسلام	اکبر شاہ نجیب آبادی	اول	۵۰/-
۲۔	"	دوم	۵۰/-
۳۔	"	سوم	۵۰/-
۴۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ	ثروت صولت	اول	۲۵/-
۵۔	" "	دوم	۴۰/-
۶۔ تاریخ افکار و علوم اسلامی	راغب الطباخ	اول	۳۵/-
۷۔	" "	دوم	۳۵/-
۸۔ خلافت و ملوکیت	مولانا مودودیؒ		۳۵/-
۹۔ تاریخ اسلام	ڈاکٹر حمید الدین		۶۰/-
۱۰۔ روح اسلام	سید امیر علی		۷۵/-
۱۱۔ الرحیق المختوم	صفی الرحمن مبارکپوری		۱۰۰/-

فقہ و تصوف

۱۔ بہشتی زیور	اشرف علی تھانوی	۴۵/-
۲۔ اسلامی فقہ	منہاج الدین مینائی	۷۵/-
۳۔ عوارف المعارف	شہاب الدین	۹۰/-
۴۔ فصوص الحکم	عبدالقدیر صدیقی	۴۰/-
۵۔ تصوف اور اہل تصوف	سید احمد قادری	۴۰/-

مجموعۂ احادیث

۱۔ زاد راہ	جلیل احسن ندوی	۴۸/-
۲۔ راہ عمل	"	۴۰/-
۳۔ سفینۂ نجات	"	۴۵/-
۴۔ انتخاب حدیث	عبدالغفار حسن	
۵۔ آداب زندگی	محمد یوسف اصلاحی	۳۵/-
۶۔ کلام نبوت	محمد فاروق خاں	۶۰/-
۷۔ فقہ الزکوٰۃ	یوسف القرضاوی	۴۵/-
۸۔ اذکار مسنونہ	ابن قیم	۱۳/-

مجموعۂ کلام

۱۔ کلیات اقبال		۳۵/-
۲۔ متاع آخر شب	حفیظ میرٹھی	۴۰/-
۳۔ تعبیر	تابش مہدی	۲۰/-

لغات

فیروز اللغات	متوسط	۳۵/-

پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ